مکتبہ جماعت اسلامی
چوک امام باڑہ

قیمت ۱۲/

ابوالاعلیٰ مودودی

تعداد اشاعت

سنہ ۱۳۵۶ف م سنہ ۱۹۴۷ء

ناشر

مکتبۂ جماعت اسلامی

جدید ملے پلی حیدرآباد دکن

مطبوعہ

مطبع مکتبۂ ابراہیمیّہ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران اسلام! پچھلے خطبوں میں بار بار میں نے اس بات کیطرف
اشارہ کیا ہے کہ یہ نماز، روزہ، اور یہ حج اور زکوٰۃ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ
پر فرض کیا ہے اور اسلام کا رکن قرار دیا ہے، یہ ساری چیزیں دوسرے مذہبوں
کی عبادات کی طرح پوجا پاٹ اور نذر و نیاز اور جاترا کی قسمیں نہیں ہیں
کہ بس آپ ان کو ادا کر دیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو جائے گا بلکہ
دراصل یہ ایک بڑے مقصد کے لئے آپ کو تیار کرنے اور ایک بڑے کام
کے لئے آپ کی تربیت کرنے کی خاطر فرض کی گئی ہے۔ اب چونکہ میں
اس تربیت اور اس تیاری کے ڈھنگ کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان
کر چکا ہوں، اس لئے وقت آگیا ہے کہ آپ کو یہ بتایا جائے کہ وہ مقصد کیا
ہے جس کے لیے یہ ساری تیاری ہے۔

مختصر الفاظ میں تو صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ وہ مقصد انسان
پر سے انسان کی حکومت مٹا کر خدائے واحد کی حکومت قائم کرنا ہے اور اس

مقصد کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینے اور جان توڑ کوشش کرنے کا
نام جہاد ہے، اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کے سب اسی کام کی تیاری
کے لئے ہیں لیکن چونکہ آپ لوگ مدتہائے دراز سے اس مقصد کو اور اس
کام کو بھول چکے ہیں اور ساری عبادتیں آپ کے لئے محض تصوف بن
کر رہ گئی ہیں، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس ذرا سے فقرے میں جو مطلب
میں نے ادا کیا ہے اُسے آپ ایک معمے سے زیادہ کچھ نہ سمجھے ہوں گے۔
اچھا تو آئیے اب میں آپ کے سامنے اس مقصد کی تشریح کروں۔

دنیا میں آپ جتنی خرابیاں دیکھتے ہیں ان سب کی جڑ دراصل
حکومت کی خرابی ہے۔ طاقت اور دولت حکومت کے ہاتھ میں ہوتی
ہے۔ قانون حکومت بناتی ہے۔ انتظام کے سارے اختیارات حکومت
کے قبضہ میں ہیں۔ پولیس اور فوج کا زور حکومت کے پاس ہوتا ہے لہٰذا
جو خرابی بھی لوگوں کی زندگی میں پھیلتی ہے وہ یا تو خود حکومت کی پھیلائی
ہوئی ہوتی ہے۔ یا اس کی مدد سے پھیلتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو پھیلنے کے
لئے جس طاقت کی ضرورت ہوتی ہے وہ حکومت ہی کے پاس ہے۔ مثل
کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ زنا دھڑلے سے ہو رہی ہے اور علانیہ کوٹھوں
پر یہ کاروبار جاری ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ اس کے سوا کچھ نہیں
کہ حکومت کے اختیارات جن لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، اُن کی نگاہ میں زنا
کوئی جرم نہیں ہے، وہ خود اس کام کو کرتے ہیں اور دوسروں کو کرنے دیتے ہیں
ورنہ اگر وہ اسے بند کرنا چاہیں تو یہ کام اس دھڑلے سے نہیں چل سکتا۔ آپ

دیکھتے ہیں کہ سود خواری کا بازار خوب گرم ہو رہا ہے اور مالدار لوگ غریبوں کا خون چوسے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ حکومت خود سود کھاتی ہے اور کھانے والوں کو مدد دیتی ہے۔ اس کی عدالتیں سود خواروں کو ڈگریاں دیتی ہیں اور اس کی حمایت ہی کے بل پر یہ بڑے بڑے ساہوکارے اور بینک چل رہے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں بے حیائی اور بد اخلاقی روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ یہ کس لئے؟ محض اس لئے کہ حکومت نے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا ایسا ہی انتظام کیا ہے اور اس کو اخلاق اور انسانیت کے وہی نمونے پسند ہیں جو آپ کو نظر آرہے ہیں کسی دوسرے طرز کی تعلیم و تربیت سے آپ کسی اور نمونے کے انسان تیار کرنا چاہیں تو ذرائع کہاں سے لائیں گے؟ اور تھوڑے بہت تیار کر بھی دیں تو وہ کھپیں گے کہاں؟ رزق کے دروازے اور کھپت کے میدان تو سارے کے سارے بگڑی ہوئی حکومت کے قبضہ میں ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بے حد و حساب خون ریزی ہو رہی ہے۔ انسان کا علم اس کی تباہی کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ انسان کی محنت کے پھل آگ کی نذر کئے جارہے ہیں اور بیش قیمت جانیں مٹی کے ٹھیکروں سے بھی زیادہ بیدردی کے ساتھ ضائع کی جارہی ہیں۔ یہ کس وجہ سے؟ صرف اس وجہ سے کہ آدم کی اولاد میں جو لوگ سب سے زیادہ شریر اور بد نفس تھے، وہ دنیا کی قوموں کے رہنما اور اقتدار کی باگوں کے مالک ہیں، قوت ان کے ہاتھوں میں ہے، اس لئے وہ دنیا کو جدھر چلا رہے ہیں، اسی طرف دنیا چل رہی ہے۔ علم، دولت، محنت

جان ہر چیز کا جو مصرف انھوں نے تجویز کیا ہے اسی میں ہر چیز صرف ہو رہی ہے
آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف ظلم ہو رہا ہے کمزور کے لئے کہیں انصاف نہیں
غریب کی زندگی دشوار ہے عدالتیں بنئے کی دوکان بنی ہوئی ہیں جہاں سے
صرف روپیہ کے عوض ہی انصاف خریدا جاسکتا ہے لوگوں سے بے حساب
ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں اور افسروں کی شاہانہ تنخواہوں پر بڑی بڑی
عمارتوں پر لڑائی کے گولہ بارود پر اور ایسی ہی دوسری فضول خرچیوں پر اڑا
دیئے جاتے ہیں۔ ساہوکار، زمیندار، راجہ اور رئیس، خطاب یافتہ اور خطاب
کے امیدوار، سجادہ نشین، گدی نشین، پیر اور مہنت، سینما کمپنیوں کے مالک، شراب
کے تاجر، فحش کتابیں اور رسالے شائع کرنے والے، جوئے کا کاروبار چلانے
والے اور ایسے ہی بہت سے لوگ خلق خدا کی جان، مال، عزت، اخلاق
ہر چیز کو تباہ کر رہے ہیں اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں۔ یہ سب کیوں ہو
رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ حکومت کی کل بگڑی ہوئی ہے۔ طاقت جن
کے ہاتھوں میں ہے وہ خراب ہیں۔ وہ خود بھی ظلم کرتے ہیں اور ظالموں
کا ساتھ بھی دیتے ہیں اور جو ظلم بھی ہوتا ہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ
اس کے ہونے کے خواہشمند یا کم از کم روادار ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ حکومت کی
خرابی تمام خرابیوں کی جڑ ہے لوگوں کے خیالات کا گمراہ ہونا، اخلاق کا بگڑنا
انسانی قوتوں اور قابلیتوں کا غلط راستوں میں صرف ہونا، کاروبار اور
معاملات کی غلط صورتوں اور زندگی کے برے طور طریق کا رواج پانا، ظلم و ستم

اور بد افعالیوں کا پھیلنا اور خلق خدا کا تباہ ہونا یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس ایک بات کا کہ اختیارات اور اقتدار کی کنجیاں غلط ہاتھوں میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب طاقت بگڑے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گی، اور جب خلق خدا کا رزق انہی کے تصرف میں ہو گا تو وہ نہ صرف خود بگاڑ کو پھیلائیں گے بلکہ بگاڑ کی ہر صورت اُن کی مدد اور حمایت سے پھیلے گی اور جب تک اختیارات اُن کے قبضہ میں رہیں گے کسی چیز کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔

یہ بات جب آپ کے ذہن نشین ہو گئی تو یہ سمجھنا آپ کے لئے آسان ہے کہ خلق خدا کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو تباہی کے راستوں سے بچا کر فلاح اور سعادت کے راستے پر لانے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ حکومت کے بگاڑ کو درست کیا جائے۔ معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جہاں لوگوں کو زنا کی آزادی حاصل ہو وہاں زنا کے خلاف خواہ کتنا ہی وعظ کہا جائے زنا کا بند ہونا محال ہے۔ لیکن اگر حکومت کے اختیارات پر قبضہ کر کے زبردستی زنا کو بند کر دیا جائے تو لوگ خود بخود حرام کے راستے کو چھوڑ کر حلال کا راستہ اختیار کر لیں گے۔ شراب، جوا، سود، رشوت، فحش تماشے، بے حیائی کے لباس، بداخلاق بنانے والی تعلیم اور ایسی ہی دوسری چیزیں اگر آپ وعظوں سے دور کرنا چاہیں تو کامیابی ناممکن ہے۔ البتہ حکومت کے زور سے یہ سب بلائیں دور کی جا سکتی ہیں جو لوگ خلق خدا کو لوٹتے اور اخلاق کو تباہ کرتے ہیں ان کو آپ محض پند و نصیحت سے چاہیں کہ اپنے فائدوں سے ہاتھ دھو لیں تو یہ کسی طرح ممکن نہیں

ہاں اقتدار ہاتھ میں ہے کہ آپ بزور ان کی شرارتوں کا خاتمہ کردیں تو ان ساری خرابیوں کا انسداد ہوسکتا ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ بندگانِ خدا کی محنت دولت، ذہانت و قابلیت غلط راستوں میں ضائع ہونے سے بچے اور صحیح راستوں میں صرف ہو، اگر آپ چاہیں کہ ظلم مٹے اور انصاف ہو، اگر آپ چاہیں کہ زمین میں فساد نہ ہو، انسان انسان کا خون نہ چوسے نہ بہائے، دبے اور گرے ہوئے انسان اٹھائے جائیں اور تمام انسانوں کو یکساں عزت امن، خوشحالی اور ترقی کے مواقع حاصل ہوں تو محض تبلیغ و تلقین کے زور سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ البتہ حکومت کا زور آپ کے پاس ہو تو یہ سب کچھ ہونا ممکن ہے۔ پس یہ بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے جس کو سمجھنے کے لئے کچھ بہت زیادہ غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ اصلاحِ خلق کی کوئی اسکیم بھی حکومت کے اختیارات پر قبضہ کئے بغیر نہیں چل سکتی۔ جو کوئی حقیقت میں خدا کی زمین سے فتنہ و فساد کو مٹانا چاہتا ہو اور واقعی یہ چاہتا ہو کہ خلق خدا کی اصلاح ہو تو اس کے لئے محض واعظ اور ناصح بن کر کام کرنا فضول ہے اُسے اٹھنا چاہیئے اور غلط اصول کی حکومت کا خاتمہ کرکے غلط کار لوگوں کے ہاتھ سے اقتدار چھین کر صحیح اصول اور صحیح طریقے کی حکومت قائم کرنی چاہیئے۔

یہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھئے۔ آپ کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ بندگانِ خدا کی زندگی میں جو خرابیاں پھیلتی ہیں ان کی جڑ حکومت کی خرابی ہے، اور اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ اس جڑ کی اصلاح کی جائے۔ مگر اب

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود حکومت کی خرابی کا بنیادی سبب کیا ہے، اس خرابی کی جڑ کہاں ہے؟ اور اس میں کون سی بنیادی اصلاح کی جائے کہ وہ خرابیاں پیدا نہ ہوں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خرابی کی جڑ دراصل انسان پر انسان کی حکومت ہے اور اصلاح کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ انسان پر خدا کی حکومت ہو۔ اتنے بڑے سوال کا اتنا مختصر سا جواب سن کر آپ تعجب نہ کریں اس سوال کی تحقیق میں جتنا کھوج آپ لگائیں گے یہی جواب آپ کو ملے گا۔

ذرا غور تو کیجیے، یہ زمین جس پر آپ رہتے ہیں یہ خدا کی بنائی ہوئی ہے یا کسی اور کی؟ یہ انسان جو زمین پر بستے ہیں ان کو خدا نے پیدا کیا ہے یا کسی اور نے؟ یہ بیشمار اسباب زندگی جن کے بل پر سب انسان جی رہے ہیں انھیں خدا نے مہیا کیا ہے یا کسی اور نے؟ اگر ان سب سوالات کا جواب یہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ زمین اور انسان اور یہ تمام سامان خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ملک خدا کا ہے، دولت خدا کی ہے اور رعیت بھی خدا کی ہے۔ پھر جب معاملہ یہ ہے تو آخر کوئی اس کا حقدار کیسے ہو گیا کہ خدا کے ملک میں اپنا حکم چلائے؟ آخر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ خدا کی رعیت پر خدا کے سوا کسی دوسرے کا قانون یا خود رعیت کا اپنا بنایا ہوا قانون جاری ہو؟ ملک کسی کا ہو اور حاکم دوسرے کا چلے، ملکیت کسی کی ہو اور مالک کوئی دوسرا بن جائے، رعیت کسی کی ہو اور اس پر فرمانروائی دوسرا کرے، یہ بات آپ کی عقل کیسے قبول کر سکتی ہے؟ ایسا ہونا تو صریح حق کے

خلاف ہے اور چونکہ یہ حق کے خلاف ہے اس لئے جہاں کہیں اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے نتیجہ بُرا ہی نکلتا ہے۔ جن انسانوں کے ہاتھوں میں قانون بنانے اور حکم چلانے کے اختیارات آتے ہیں وہ کچھ تو اپنی جہالت کی وجہ سے مجبوراً غلطیاں کرتے ہیں اور کچھ اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے قصداً ظلم اور بے انصافی کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ اول تو ان کے پاس اتنا علم ہی نہیں ہوتا کہ انسانی معاملات کو چلانے کے لئے صحیح قاعدے اور قانون بنا سکیں، اور پھر اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ خدا کے خوف اور خدا کے سامنے جواب دہی سے غافل ہو کر لامحالہ وہ شتر بے مہار بن جاتے ہیں ذرا سی عقل اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ جو انسان خدا سے بے خوف ہو جسے یہ فکر ہو ہی نہیں کہ کسی کو حساب دینا ہے، جو اپنی جگہ یہ سمجھ رہا ہوں کہ اوپر کوئی نہیں جو مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والا ہو، وہ طاقت اور اختیارات پاکر شتر بے مہار نہ بنے گا تو اور کیا بنے گا؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص کے ہاتھ میں جب لوگوں کے رزق کی کنجیاں ہوں، جب لوگوں کی جانیں اور ان کے مال اس کی مٹھی میں ہوں، جب ہزاروں لاکھوں سر اس کے حکم کے آگے جھک رہے ہوں تو کیا وہ راستی اور انصاف پر قائم رہے گا؟ کیا آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ خزانوں کا امین ثابت ہو گا؟ کیا آپ امید رکھتے ہیں کہ وہ حق مارنے، حرام کھانے اور بندگانِ خدا کو اپنی خواہشات کا غلام بنانے سے باز رہے گا؟ کیا آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص خود بھی سیدھے راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی

سیدھا چلائے؟ ہرگز نہیں! ہرگز ہرگز نہیں! ایسا ہونا عقل کے خلاف ہے۔ ہزار ہا برس کا تجربہ اس کے خلاف شہادت دیتا ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ خدا سے بے خوف اور آخرت کی جواب دہی سے غافل ہیں وہ اختیارات پا کر کس قدر ظالم، خائن اور بدراہ ہو جاتے ہیں لہٰذا حکومت کی بنیاد میں جس اصلاح کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انسان پر انسان کی حکومت نہ ہو بلکہ خدا کی حکومت ہو اس حکومت کو چلانے والے خود مالک الملک نہ بنیں بلکہ خدا کو بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نائب اور امین کی حیثیت سے کام کریں اور یہ سمجھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں کہ آخرکار اس امانت کا حساب اس بادشاہ کو دینا ہے جو کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے۔ حکومت کا قانون اُس خدا کی ہدایت پر مبنی ہو جو تمام حقیقتوں کا علم رکھتا ہے اور دانائی کا سرچشمہ ہے۔ اس قانون کو بدلنے یا اس میں ترمیم و تنسیخ کرنے کے اختیارات کسی کو نہ ہوں تاکہ وہ انسانوں کی جہالت یا خود غرضی اور ناروا خواہشات کے دخل پاجانے سے بگڑ نہ جائے۔

یہی وہ بنیادی اصلاح ہے جس کو اسلام جاری کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ خدا کو اپنا بادشاہ (محض خیالی نہیں بلکہ واقعی بادشاہ) تسلیم کرلیں اور اس قانون پر جو خدا نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے بھیجا ہے، ایمان لے آئیں ان سے اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کے ملک میں اس کا قانون جاری کرنے کے لئے اٹھیں، اس کی رعیت میں سے جو لوگ باغی ہو گئے

ہیں اور خود مالک الملک بن بیٹھے ہیں ان کا زور توڑ دیں اور اللہ کی رعیت کو دوسروں کی رعیت بننے سے بچائیں۔ اسلام کی نگاہ میں یہ بات ہرگز کافی نہیں ہے کہ تم نے خدا کو خدا اور اس کے قانون کو قانون برحق مان لیا۔ نہیں اس کو ماننے کے ساتھ ہی آپ سے آپ یہ فرض تم پر عائد ہو جاتا ہے کہ جہاں بھی تم ہو، جس سرزمین میں بھی تمھاری سکونت ہو وہاں خلقِ خدا کی اصلاح کے لئے اٹھو، حکومت کے غلط اصول کو صحیح اصول سے بدلنے کی کوشش کرو، ناخداترس اور شتر بے مہار قسم کے لوگوں سے قانون سازی اور فرمانروائی کا اقتدار چھین لو اور بندگانِ خدا کی رہنمائی و سربراہ کاری اپنے ہاتھ میں لے کر خدا کے قانون کے مطابق، آخرت کی ذمہ داری و جواب دہی کا اور خدا کے عالم الغیب ہونے کا یقین رکھتے ہوئے، حکومت کے معاملات انجام دو۔ اسی کوشش اور اسی جدوجہد کا نام جہاد ہے۔

لیکن حکومت اور فرمانروائی جیسی کچھ بدبلا ہے ہر شخص اس کو جانتا ہے اس کے حاصل ہونے کا خیال کرتے ہی انسان کے اندر لالچ کے طوفان اٹھنے لگتے ہیں۔ خواہشات نفسانی یہ چاہتی ہیں کہ زمین کے خزانے اور خلقِ خدا کی گردنیں اپنے ہاتھ میں آئیں تو دل کھول کر خدائی کی جائے۔ حکومت کے اختیارات پر قبضہ کر لینا اتنا مشکل نہیں جتنا ان اختیارات کے ہاتھ آجانے کے بعد خدا بننے سے بچنا اور بندۂ خدا بن کر کام کرنا مشکل ہے۔ پھر بھلا فائدہ ہی کیا ہوا اگر فرعون کو ہٹا کر تم خود فرعون بن گئے؟ لہٰذا اس شدید آزمائش کے کام کی طرف بلانے سے پہلے اسلام تم کو اس کے لئے تیار کرنا

ضروری سمجھتا ہے تم کو حکومت کا دعویٰ لے کر اٹھنے اور دنیا سے لڑنے کا حق اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچتا جب تک تمہارے دل سے خودغرضی اور نفسانیت نکل نہ جائے۔ جب تک تم میں اتنی پاک نفسی پیدا نہ ہو جائے کہ تمہاری لڑائی اپنی ذاتی یا قومی اغراض کے لئے نہ ہو بلکہ صرف اللہ کی رضا اور خلق اللہ کی اصلاح کے لئے ہو اور جب تک تم میں یہ صلاحیت مستحکم نہ ہو جائے کہ حکومت پاکر تم اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو بلکہ خدا کے قانون کی پیروی پر ثابت قدم رہ سکو۔ محض یہ بات کہ تم کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے ہو، تمھیں اس کا مستحق نہیں بنادیتی کہ اسلام تمھیں خلق خدا پر لوٹ پڑنے کا حکم دے دے اور پھر تم خدا اور رسول کا نام لے لے کر وہی سب حرکتیں کرنے لگو جو خدا کے باغی اور ظالم لوگ کرتے ہیں قبل اس کے کہ اتنی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے تم کو حکم دیا جائے اسلام یہ ضروری سمجھتا ہے کہ تم میں وہ طاقت پیدا کی جائے۔ جس سے تم اس بوجھ کو سہار سکو۔

یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لئے ہیں جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج۔ پولیس اور سول سروس کے لئے آدمیوں کو پہلے خاص ٹریننگ دیتی ہیں، پھر ان سے کام لیتی ہیں، اسی طرح اللہ کا دین (اسلام) بھی ان تمام آدمیوں کو، جو اس کی ملازمت میں بھرتی ہوں، پہلے خاص طریقہ سے تربیت دیتا ہے۔ پھر ان سے جہاد اور حکومتِ الٰہی کی خدمت لینا چاہتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا کی

سلطنتوں کو اپنے آدمیوں سے جو کام لینا ہوتا ہے اس میں اخلاق اور نیک نفسی اور خدا ترسی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے وہ انھیں صرف کار رواں بنانے کی کوشش کرتی ہیں خواہ وہ کیسے ہی زانی، شرابی، بے ایمان اور بدنفس ہوں مگر دین الہی کو جو کام اپنے آدمیوں سے لینا ہے وہ چونکہ سارا کا سارا ہے ہی اخلاقی کام ہے اسلئے وہ انھیں کارواں بنانے سے زیادہ اہم اس بات کو سمجھتا ہے کہ انھیں خدا ترس اور نیک نفس بنائے تو وہ ان میں اتنی طاقت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جب وہ زمین میں خدا کی خلافت قائم کرنے کا دعویٰ لے کر اٹھیں تو اپنے دعوے کو سچا کرکے دکھا سکیں۔ وہ لڑیں تو اس لئے نہ لڑیں کہ انھیں خود اپنے واسطے مال و دولت اور زمین درکار ہے بلکہ ان کے عمل سے ثابت ہو جائے کہ ان کی لڑائی خالص خدا کی رضا کے لئے اور اس کے بندوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہے۔ وہ فتح پائیں تو متکبر و سرکش نہ ہوں۔ بلکہ ان کے سر خدا کے آگے جھکے ہوئے رہیں۔ وہ حاکم بنیں تو لوگوں کو اپنا غلام نہ بنائیں بلکہ خود بھی خدا کے غلام بن کر رہیں اور دوسروں کو بھی خدا کے سوا کسی کا غلام نہ رہنے دیں وہ زمین کے خزانوں پر قابض ہوں تو اپنی یا اپنے خاندان والوں یا اپنی قوم کے لوگوں کی جیبیں نہ بھرنے لگیں۔ بلکہ خدا کے رزق کو اس کے بندوں پر انصاف کے ساتھ تقسیم کریں اور ایک سچے امانتدار کی طرح یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ کوئی آنکھ ہمیں ہر حال میں دیکھ رہی ہے اور اوپر کوئی ہے جسے ہم کو ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے اس تربیت کے لئے ان عبادتوں کے سوا اور

کوئی دوسرا طریقہ ممکن ہی نہیں ہے اور جب اسلام اس طرح اپنے آدمیوں کو تیار کرلیتا ہے تب وہ ان سے کہتا ہے کہ ہاں، اب تم روئے زمین پر خدا کے سب سے زیادہ صالح بندے ہو لہٰذا آگے بڑھو، لڑ کر خدا کے باغیوں کو حکومت سے بے دخل کردو اور خلافت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لو۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں فوج، پولیس، عدالت، جیل، تحصیلداری ٹیکس، کلکٹری اور تمام دوسرے سرکاری کام ایسے اہلکاروں اور عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہوں جو سب کے سب خدا سے ڈرنے والے اور آخرت کی جوابدہی کا خیال رکھنے والے ہوں اور جہاں حکومت کے سارے قاعدے اور ضابطے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر قائم ہوں جس میں بے انصافی اور نادانی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے، اور جہاں بدی و بدکاری کی ہر صورت کا بروقت تدارک کر دیا جائے اور نیکی و نیکوکاری کی ہر بات کو حکومت اپنے روپے اور اپنی طاقت سے پروان چڑھانے کے لئے مستعد رہے، ایسی جگہ خلقِ خدا کی بہتری کا کیا حال ہوگا۔ پھر آپ ذرا غور کریں تو یہ بات بھی آسانی کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آجائے گی کہ ایسی حکومت جب کچھ مدت تک کام کرکے لوگوں کی بگڑی ہوئی عادتوں کو درست کردیگی، جب وہ حرام خوری، بدکاری، ظلم، بے حیائی اور بداخلاقی کے سارے رستے بند کردیگی، جب وہ غلط قسم کی تعلیم و تربیت کا انسداد کرکے صحیح تعلیم و تربیت سے لوگوں کے خیالات ٹھیک کردیگی، اور جب اس کے ماتحت عدل و انصاف امن و امان اور نیک اطواری و خوش اخلاقی کی پاک و صاف فضا میں

لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا موقع ملے گا، تو وہ آنکھیں جو بدکار اور ناخدا ترس لوگوں کی سرداری میں مدت ہائے دراز تک رہنے کی وجہ سے اندھی ہو گئی تھیں رفتہ رفتہ خود ہی حق کو دیکھنے اور پہچاننے کے قابل ہو جائیں گی، وہ دل جن پر صدیوں تک بد اخلاقیوں کے درمیان گھرے رہنے کی وجہ سے زنگ کی تہیں چڑھ گئی تھیں، آہستہ آہستہ خود ہی آئینے کی طرح صاف ہوتے چلے جائیں گے اور ان میں سچائی کا عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت لوگوں کے لئے اس سیدھی سی بات کا سمجھنا اور مان لینا کچھ بھی مشکل نہ رہے گا کہ حقیقت میں اللہ ہی ان کا خدا ہے اور اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں کہ وہ اس کی بندگی کریں، اور یہ کہ واقعی وہ پیغمبر سچے تھے جن کے ذریعہ سے ایسے صحیح قوانین ہم کو ملے۔ آج جس بات کو لوگوں کے دماغ میں اتارنا سخت مشکل نظر آتا ہے، اس وقت وہ بات خود دماغوں میں اترنے لگے گی۔ آج تقریروں اور کتابوں کے ذریعہ جس بات کو نہیں سمجھایا جا سکتا اس وقت وہ ایسی آسانی سے سمجھ میں آئے گی کہ گویا اس میں کوئی پیچیدگی تھی ہی نہیں۔ جو لوگ اپنی آنکھوں سے اس فرق کو دیکھ لیں گے کہ انسان کے خود گھڑے ہوئے طریقوں پر دنیا کا کاروبار چلتا ہے تو کیا حال ہوتا ہے اور خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر اسی دنیا کے کام چلائے جاتے ہیں تب کیا کیفیت ہوتی ہے، ان کے لئے خدا کی توحید اور اس کے پیغمبر کی صداقت پر ایمان لانا آسان اور ایمان نہ لانا مشکل ہو جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے پھول

اور کانٹوں کا فرق محسوس کر لینے کے بعد پھول کا انتخاب کرنا آسان اور کانٹوں کا چننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسلام کی سچائی سے انکار کرنے اور کفر و شرک پر اڑے رہنے کے لئے بہت ہی زیادہ ہٹ دھرمی کی ضرورت ہو گی اور مشکل سے ہزار میں دس پانچ ہی آدمی ایسے نکلیں گے جن میں اتنی زیادہ ہٹ دھرمی موجود ہو۔

بھائیو! اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا کہ یہ نماز اور روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لئے ہیں۔ تم اب تک یہ سمجھتے رہے ہو اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا ہے کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں۔ تمھیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لئے ہیں۔ اسی وجہ سے تم بغیر کسی مقصد کے ان رسموں کو ادا کرتے رہے اور اس کام کے لئے کبھی تیار ہونے کا خیال تک تمھارے دلوں میں نہ آیا جس کے لئے دراصل انھیں مقرر کیا گیا تھا۔ مگر اب میں تمھیں بتاتا ہوں کہ جس دل میں جہاد کی نیت نہ ہو اور جس کے پیشِ نظر جہاد کا مقصد نہ ہو اس کی ساری عبادتیں بے معنی ہیں ان بے معنی عبادت گزاریوں سے اگر تم گمان رکھتے ہو کہ خدا کا تقرب نصیب ہوتا ہے تو خدا کے ہاں جا کر تم خود دیکھ لو گے کہ انھوں نے تم کو اس سے کتنا قریب کیا!

جہاد کی اہمیت

برادرانِ اسلام! اس سے پہلے ایک مرتبہ میں آپ کو دین اور شریعت اور عبادت کے معنی بتا چکا ہوں۔ اب ذرا پھر اس مضمون کو اپنے دماغ میں تازہ کر لیجئے۔

دین کے معنی اطاعت کے ہیں۔

شریعت قانون کو کہتے ہیں۔

عبادت سے مراد بندگی ہے۔

جب آپ کسی کی اطاعت میں داخل ہوئے اور اس کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو گویا آپ نے اس کا دین قبول کیا پھر جب وہ آپ کا حاکم ہوا اور آپ اس کی رعایا بن گئے تو اس کے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطے آپ کے لئے قانون یا شریعت ہوں گے اور جب آپ اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی شریعت کے مطابق زندگی بسر کریں گے، جو کچھ وہ طلب کرے گا حاضر کر دیں گے جس بات کا وہ حکم دے گا اسے بجا لائیں گے، جن کاموں سے منع کرے گا ان سے رک جائیں گے، جن حدود

کے اندر رہ کر کام کرنا وہ آپ کے لئے جائز ٹھہرائے گا ان ہی حدود کے اندر آپ رہیں گے، اور اپنے آپس کے تعلقات و معاملات اور مقدموں اور قضیوں میں اسی کی ہدایت پر چلیں گے اور اسی کے فیصلہ پر سر جھکائیں گے، تو آپ کے اس رویہ کا نام بندگی یا عبادت ہو گا۔

اس تشریح سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ دین دراصل حکومت کا نام ہے، شریعت اس حکومت کا قانون ہے اور عبادت اس کے قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔ آپ جس کسی کو حاکم مان کر اس کی محکومی قبول کرتے ہیں دراصل آپ اس کے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر آپ کا وہ حاکم اللہ ہے تو آپ دین اللہ میں داخل ہوئے۔ اگر وہ کوئی بادشاہ ہے تو آپ دینِ بادشاہ میں داخل ہوئے۔ اگر وہ کوئی خاص قوم ہے تو آپ اسی قوم کے دین میں داخل ہوئے، اور اگر وہ خود آپ کی اپنی قوم یا آپ کے وطن کے جمہور ہیں تو آپ دینِ جمہور میں داخل ہوئے۔ غرض جس کی اطاعت کا قلادہ آپ کی گردن میں ہے فی الواقع اسی کے دین میں آپ ہیں، اور جس کے قانون پر آپ عمل کر رہے ہیں دراصل اسی کی عبادت کر رہے ہیں۔

یہ بات جب آپ نے سمجھ لی تو بغیر کسی دقت کے یہ سیدھی سی بات بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے دو دین کسی طرح ہو نہیں سکتے کیونکہ مختلف حکمرانوں میں سے بہرحال ایک ہی کی اطاعت آپ کر سکتے ہیں، دو قانونوں میں سے بہرحال ایک ہی قانون آپ کی زندگی کا ضابطہ بن سکتا ہے، اور مختلف معبودوں میں سے ایک ہی کی عبادت کرنا آپ کیلئے ممکن ہے۔ آپ کہیں گے کہ ایک صورت یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ عقیدے

میں ہم ایک کو حاکم مانیں اور واقعہ میں اطاعت دوسرے کی کریں، پوجا اور پرستش ایک کے آگے کریں اور بندگی دوسرے کی بجالائیں، اپنے دل میں عقیدہ ایک قانون پر رکھیں اور واقعہ میں ہماری زندگی کے سارے معاملات دوسرے قانون کے مطابق چلتے رہیں۔ میں اس کے جواب میں عرض کروں گا بے شک یہ تو ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے مگر یہ ہے شرک اور یہ شرک سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے حقیقت میں تو آپ اسی کے دین پر ہیں جس کی اطاعت واقعی آپ کر رہے ہیں، پھر یہ جھوٹ نہیں تو کیا ہے کہ جس کی اطاعت آپ نہیں کر رہے ہیں اس کو اپنا حاکم اور اس کے دین کو اپنا دین کہیں؟ اور اگر زبان سے آپ کہتے بھی ہیں یا دل میں ایسا سمجھتے بھی ہیں تو اس کا فائدہ اور اثر کیا ہے؟ آپ کا یہ کہنا کہ ہم اس کی شریعت پر ایمان لاتے ہیں بالکل ہی بے معنی ہے جبکہ آپ کی زندگی کے تمام معاملات اس کی شریعت کے دائرے سے نکل گئے ہوں اور کسی دوسری شریعت پر چل رہے ہوں۔ آپ کا یہ کہنا کہ ہم فلاں کو معبود مانتے ہیں اور آپ کا اپنے ان سروں کو جو گردنوں پر رکھے ہوئے ہیں، سجدے میں اس کے آگے زمین پر ٹیک دینا، بالکل ایک مصنوعی فعل بن کر رہ جاتا ہے جبکہ آپ واقع میں بندگی دوسرے کی کر رہے ہوں حقیقت میں آپ کا معبود تو وہ ہے اور آپ دراصل عبادت اسی کی کر رہے ہیں جس کے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں، جس کے منع کرنے سے آپ رُکتے ہیں، جس کی قائم کی ہوئی حد کے اندر رہ کر آپ کام

کرتے ہیں، جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں پر آپ چلتے ہیں۔ جس کے ضابطہ کے مطابق آپ دوسروں کا مال لیتے اور اپنا مال دوسروں کو دیتے ہیں جس کے فیصلوں کی طرف آپ اپنے معاملات میں رجوع کرتے ہیں جس کی شریعت پر آپ کے باہمی تعلقات کی تنظیم اور آپ کے درمیان حقوق کی تقسیم ہوتی ہے، اور جس کی طلبی پر آپ اپنے دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں کی ساری قوتیں، اور اپنے کمائے ہوئے مال اور آخرکار اپنی جانیں تک پیش کر دیتے ہیں۔ پس اگر آپ کا عقیدہ کچھ ہو اور واقعہ اس کے خلاف ہو، تو اصل چیز واقعہ ہی ہوگا۔ عقیدے کے لئے اس صورت میں سرے سے کوئی جگہ نہ ہوگی، نہ ایسے عقیدے کا کوئی وزن ہی ہوگا، اگر واقعہ میں آپ دین بادشاہ پر ہوں تو اس میں دین اللہ کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی اور اگر واقعہ میں آپ دین جمہور پر ہوں یا دینِ انگریز یا دینِ جرمن یا دینِ ملک و وطن پر ہوں، تو اس میں بھی دین اللہ کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اور اگر فی الواقع آپ دین اللہ پر ہوں تو اسی طرح اس میں بھی کسی دوسرے دین کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی بہرحال یہ خوب سمجھ لیجئے کہ شرک جہاں بھی ہوگا، جھوٹ ہی ہوگا۔

یہ نکتہ بھی جب آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو بغیر کسی لمبی چوڑی بحث کے آپ کا دماغ خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دین خواہ کوئی سا بھی ہو، لامحالہ اپنی حکومت چاہتا ہے۔ دین جمہوری ہو یا دین بادشاہی دین اشتراکی ہو یا دین الٰہی، یا کوئی اور دین، بہرحال ہر دین کو اپنے قیام کے

لئے خود اپنی حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کے بغیر دین بالکل ایسا ہے
جیسے ایک عمارت کا نقشہ آپ کے دماغ میں ہو، مگر عمارت زمین پر موجود نہ ہو
ایسے دماغی نقشے ہونے کا فائدہ ہی کیا ہے جب کہ آپ رہیں گے اس عمارت
میں جو فی الواقع موجود ہوگی؟ اسی کے دروازے میں آپ داخل ہوں گے اور
اسی کے دروازے سے نکلیں گے۔ اسی کی چھت اور اسی کی دیواروں کا
سایہ آپ پر ہوگا۔ اسی کے نقشے پر آپ کو اپنی سکونت کا سارا انتظام کرنا ہوگا
پھر بھلا ایک نقشہ کی عمارت میں رہتے ہوئے آپ کا کسی دوسرے طرز
یا دوسرے نقشے کی عمارت اپنے ذہن میں رکھنا، یا اس کا محض معتقد ہو جانا
آخر معنی ہی کیا رکھتا ہے؟ وہ خیالی عمارت آپ کے ذہن میں ہوگی اور آپ
خود واقعی عمارت کے اندر ہوں گے جو زمین پر بنی ہوئی ہے۔ عمارت کا لفظ دماغ
والی عمارت کے لئے تو کوئی بولتا نہیں ہے۔ نہ ایسی عمارت میں کوئی رہ سکتا
ہے۔ عمارت۔ تو، کہتے ہی اس کو ہیں، اور آدمی رہ اسی میں سکتا ہے جس
کی بنیادیں زمین میں ہوں اور جس کی چھت اور دیواریں زمین پر قائم ہوں
بالکل ان کی مثال کے مطابق کسی دین کے حق ہونے کا محض اعتقاد کوئی معنی
نہیں رکھتا، اور ایسا اعتقاد لاحاصل ہے جب کہ لوگ عملاً ایک دوسرے دین
میں زندگی بسر کر رہے ہوں۔ جس طرح خیالی نقشے کا نام عمارت نہیں ہے اسی
طرح خیالی دین کا نام بھی دین نہیں ہے اور خیالی عمارت کی طرح کوئی شخص خیالی
دین میں بھی نہیں رہ سکتا۔ دین وہی ہے جس کا اقتدار زمین میں قائم ہو، جس کا
قانون چلے اور جس کے ضابطہ پر زندگی کے معاملات کا انتظام ہو۔ لہٰذا ہر دین

عین اپنی فطرت ہی کے لحاظ سے اپنی حکومت کا تقاضا کرتا ہے اور دین ہوتا ہی اسی لئے ہے کہ جس اقتدار کو وہ تسلیم کرانا چاہتا ہے اسی کی عبادت اور بندگی ہو اور اسی کی شریعت نافذ ہو
مثال کے طور پر دیکھئے۔

دین جمہوری کا کیا مفہوم ہے؟ یہی نا کہ ایک ملک کے عام لوگ خود اپنے اقتدار کے مالک ہوں، ان پر خود ان ہی کی بنائی ہوئی شریعت چلے اور ملک کے سب باشندے اپنے جمہوری اقتدار کی اطاعت و بندگی کریں۔ یہ بتائیے یہ دین کیونکر قائم ہو سکتا ہے، جب تک کہ ملک کا قبضہ واقعی جمہوری اقتدار کو حاصل نہ ہو جائے اور جمہوری شریعت نافذ نہ ہونے لگے؟ اگر جمہور کے بجائے کسی غیر قوم کا یا کسی بادشاہ کا اقتدار ملک میں قائم ہو اور اسی کی شریعت چلے تو دینِ جمہوری کہاں رہا؟ کوئی شخص دینِ جمہوری پر اعتقاد رکھتا ہو تو رکھا کرے جب تک بادشاہ کا یا غیر قوم کا دین قائم ہے، دینِ جمہوری کی پیروی تو وہ نہیں کر سکتا۔

دین بادشاہی کو لیجئے۔ یہ دین جس بادشاہ کو بھی حاکم اعلیٰ قرار دیتا ہے اسی لئے تو قرار دیتا ہے کہ اطاعت و عبادت اسی کی ہو اور شریعت اس کی نافذ ہو۔ اگر یہی بات نہ ہوئی تو بادشاہ کو بادشاہ ماننے اور اُسے حاکم اعلیٰ تسلیم کرنے کے معنی ہی کیا ہوئے؟ دینِ جمہور چل پڑا ہو یا کسی دوسری قوم کی حکومت قائم ہو گئی ہو تو دینِ بادشاہی رہا کب کہ کوئی اس کی پیروی کر سکے۔
دور نہ جائیے اسی دینِ انگریز کو دیکھ لیجئے جو اس وقت ہندوستان کا دین ہے

یہ دین اسی وجہ سے تو چل رہا ہے کہ تعزیراتِ ہند اور ضابطۂ دیوانی انگریزی طاقت سے نافذ ہے آپ کی زندگی کے سارے کاروبار انگریز کے مقرر کردہ طریقہ پر اور اس کی لگائی ہوئی حدبندیوں کے اندر انجام پاتے ہیں اور آپ سب اسی کے حکم کے آگے سرِ اطاعت جھکا رہے ہیں جب تک یہ دین اس قوت کے ساتھ قائم ہے آپ خواہ کسی دین کے معتقد ہوں، بہرحال اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن اگر تعزیراتِ ہند اور ضابطۂ دیوانی چلنا بند ہو جائے اور انگریز کے حکم کی اطاعت و بندگی نہ ہو تو بتایئے کہ دینِ انگریز کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے؟

ایسا ہی معاملہ دینِ اسلام کا بھی ہے اس دین کی بنا یہ ہے کہ زمین کا مالک اور انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اسی کی اطاعت اور بندگی ہونی چاہیئے اور اسی کی شریعت پر انسانی زندگی کے سارے معاملات چلنے چاہئیں یہ اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا اصول جو اسلام پیش کرتا ہے یہ بھی اسی غرض کے لئے ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری غرض اس کی نہیں ہے کہ زمین میں صرف اللہ کا حکم چلے عدالت میں فیصلہ اسی کی شریعت پر ہو پولیس اُسی کے احکام جاری کرے لین دین اسی کے ضابطہ کی پیروی میں ہو ٹیکس اسی کی مرضی کے مطابق لگائے جائیں اور ان ہی مصارف میں صرف ہوں جو اس نے مقرر کیئے ہیں سول سروس اور فوج اسی کے زیرِ حکم ہو، لوگوں کی قوتیں اور قابلیتیں محنتیں اور کوششیں اسی کی راہ میں صرف ہوں، تقویٰ اور خوف اسی سے کیا جائے، رعیت اسی کی مطیع ہو، اور فی الجملہ انسان اس کے سوا کسی کے بندے بن کر نہ رہیں ظاہر

بات ہے کہ یہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ خالص الٰہی حکومت نہ ہو۔ کسی دوسرے دین کے ساتھ یہ دین شرکت کہاں قبول کر سکتا ہے؟ اور کون سا دین ہے جو دوسرے دین کی شرکت قبول کرتا ہو؟ ہر دین کی طرح یہ دین بھی یہی کہتا ہے کہ اقتدار خالصاً و مخلصاً میرا ہونا چاہیئے اور ہر دوسرا دین میرے مقابلہ میں مغلوب ہو جانا چاہیئے، ورنہ میری پیروی نہیں ہو سکتی۔ میں ہوں گا تو دینِ جمہوری نہ ہوگا، دین بادشاہی نہ ہوگا، دین اشتراکی نہ ہوگا، کوئی بھی دوسرا دین نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسرا دین ہوگا تو میں نہ ہوں گا اور اس صورت میں محض مجھے حق مان لینے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ یہی بات ہے جس کو قرآن بار بار دہراتا ہے۔ مثلاً

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ (البینہ)

لوگوں کو اس کے سوا کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ سب طرف سے منہ موڑ کر اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر لیں اور اسی کی عبادت کریں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ (التوبہ)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ شرک کرنے والوں کو ایسا کرنا کتنا ہی ناگوار ہو۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (الانفال۔۵)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارا کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (یوسف۔۵)	حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔
(یوسف۔۵)	
فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف۔۱۲)	تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کی عبادت شریک نہ کرے۔
أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (النساء۔۹)	تو نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس ہدایت پر جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے کے نبیوں کی طرف اتاری گئی تھی اور پھر ارادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں۔ حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔۔۔ ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لئے تو بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

اوپر میں عبادت اور دین اور شرک کی جو تشریح کر چکا ہوں اس کے بعد آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ ان آیات میں قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ اسلام میں جہاد کی اس قدر اہمیت کیوں ہے۔ دوسرے تمام دینوں کی طرح دین اللہ بھی محض اس بات پر مطمئن نہیں ہوسکتا کہ آپ بس اس کے حق ہونے کو مان لیں اور اپنے اس اعتقاد کی علامت کے طور پر محض رسمی پوجا پاٹ کرلیا کریں۔ کسی دوسرے دین کے ماتحت رہ کر آپ اس دین کی پیروی کر ہی نہیں سکتے۔ کسی دوسرے دین کی شرکت میں بھی اس کی پیروی ناممکن ہے لہٰذا اگر آپ واقعی اس

دین کو حق سمجھتے ہیں تو آپ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس دین کو زمین میں قائم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیں اور یا تو اسے قائم کرکے چھوڑیں یا اسی کوشش میں جان دے دیں۔ یہی کسوٹی ہے جس پر آپ کے ایمان و اعتقاد کی صداقت پرکھی جاسکتی ہے آپ کا اعتقاد سچا ہوگا تو آپ کو کسی دوسرے دین کے اندر رہتے ہوئے آرام کی نیند تک نہ آسکے گی کجا کہ آپ اس کی خدمت کریں اور اس خدمت کی روٹی مزے سے کھائیں اور آرام سے پیر پھیلا کر سوئیں۔ اس دین کو حق مانتے ہوئے تو جو لمحہ آپ پر کسی دوسرے دین کی ماتحتی میں گزرے گا اس طرح گزرے گا کہ بستر آپ کے لئے کانٹوں کا بستر ہوگا کھانا زہر اور حنظل کا کھانا ہوگا اور دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کئے بغیر آپ کو کسی کل چین نہ آسکے گا۔ لیکن اگر آپ کو دین اللہ کے سوا کسی دوسرے دین کے اندر رہنے

میں چین آتا ہو اور آپ اس حالت پر راضی ہوں تو آپ مومن ہی نہیں ہیں خواہ آپ کتنی ہی دل لگا لگا کر نمازیں پڑھیں، کتنے ہی لمبے لمبے مراقبے کریں، کتنی ہی قرآن و حدیث کی شرح فرمائیں، اور کتنا ہی اسلام کا فلسفہ بگھاریں۔ یہ تو ان لوگوں کا معاملہ ہے جو دوسرے دین پر راضی ہوں۔ رہے وہ منافقین جو دوسرے دین کی وفادارانہ خدمت کرتے ہوں، یا کسی اور دین (مثلاً دین جمہور) کو لانے کے لئے جہاد کرتے ہوں تو ان کے متعلق میں کیا کہوں؟ موت کچھ دور نہیں ہے، وہ وقت جب آئے گا تو جو کچھ کمائی انھوں نے دنیا کی زندگی میں کی ہے خدا خود ہی ان کے سامنے رکھ دے گا۔ یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو سخت حماقت میں مبتلا ہیں۔ عقل ہوتی تو ان کی سمجھ میں خود آجاتا کہ ایک دین کو برحق بھی ماننا اور پھر اس کے خلاف کسی دوسرے دین کے قیام پر راضی ہونا یا اس کے قیام میں حصہ لینا یا اس کو قائم کرنے کی کوشش کرنا، بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آگ اور پانی جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایمان باللہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً جمع نہیں ہو سکتا

قرآن اس سلسلہ میں جو کچھ کہتا ہے وہ سب کا سب تو اس خطبہ میں کہاں نقل کیا جا سکتا ہے، مگر صرف چند آیتیں آپ کو سناتا ہوں:-

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا	کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض یہ کہکر کہ "ہم ایمان لائے" چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ان سے پہلے بھی جس نے ایمان کا

وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ (العنکبوت - ۱)

دعویٰ کیا ہے اس کو ہم نے آزمایا ہے پس ضرور ہے کہ اللہ دیکھے کہ ایمان کے دعوے میں سچے کون ہیں اور جھوٹے کون -

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّکَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ اَوَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ - وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ -

(العنکبوت - ۱)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر مگر جب اللہ کے رستے میں وہ ستایا گیا تو انسانوں کی سزا سے ایسا ڈرا جیسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے حالانکہ اگر تیرے رب کی طرف سے فتح آجائے تو وہی آکر کہے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھی تھے کیا اللہ جانتا نہیں ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے؛ مگر وہ ضرور دیکھ کر رہے گا کہ مومن کون ہے اور منافق کون -

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ -

(آل عمران - ۱۰)

اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ مومنوں کو اسی طرح رہنے دے جس طرح وہ اب ہیں (کہ سچے اور جھوٹے مدعیانِ ایمان خلط ملط ہیں - وہ باز نہ رہے گا جب تک خبیث اور طیب کو چھانٹ کر الگ الگ نہ کر دے -

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۔ (التوبہ ۲)

کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ تم میں سے کون ہیں جنھوں نے جہاد کیا اور کون ہیں جنھوں نے اللہ اور رسول اور مومنوں کو چھوڑ کر دوسروں سے اندرونی تعلق نہیں رکھا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ... اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ ۳)

تو نے دیکھا نہیں۔ ان لوگوں کو جو ساتھ دیتے ہیں اس گروہ کا جس سے اللہ ناراض ہے؟ یہ لوگ نہ تمھارے ہی ہیں نہ انہی کے ہیں۔ .. یہ تو شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اور خبردار رہو کہ شیطان کی پارٹی والے ہی نامراد رہنے والے ہیں۔ یقیناً جو لوگ اللہ اور رسول کا مقابلہ کرتے ہیں (یعنی دین حق کے قیام کے خلاف کام کرتے ہیں) وہ شکست کھانے والوں میں ہوں گے اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہو کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ طاقتور اور زبردست ہے۔

ان آیات سے یہ بات صاف معلوم ہو گئی کہ جب اللہ کے دین کے سوا

کوئی اور دین زمین پر قائم ہو اور کوئی مسلمان اپنے آپ کو اس حالت میں مبتلا
پائے تو اس کے مومن صادق ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس دین باطل
کو مٹا کر اس کی جگہ دین حق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا
ہے اور اس کوشش میں اپنا پورا زور صرف کر دیتا ہے، اپنی جان لڑا دیتا
ہے اور ہر طرح کے نقصانات انگیز کیے جاتا ہے تو وہ سچا مومن ہے خواہ اس
کی یہ کوششیں کامیاب ہوں یا ناکام۔ لیکن اگر وہ دین باطل کے غلبہ پر راضی
ہے یا اس کو غالب رکھنے میں خود حصہ لے رہا ہے تو وہ اپنے ایمان کے
دعوے میں جھوٹا ہے۔

پھر ان آیات میں قرآن مجید نے ان لوگوں کو بھی جواب دیا ہے جو دین حق
کو قائم کرنے کی مشکلات عذر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دین حق کو قائم کرنے کی کوشش جب کی جائے گی تو کوئی نہ کوئی دین باطل
قوت اور زور کے ساتھ قائم شدہ تو پہلے سے موجود ہوگا ہی۔ طاقت بھی
اس کے پاس ہوگی رزق کے خزانے بھی اسی کے قبضے میں ہوں گے اور زندگی
کے سارے میدان پر وہی مسلط ہوگا۔ ایسے ایک قائم شدہ دین کی جگہ کسی
دوسرے دین کو قائم کرنے کا معاملہ بہرحال پھولوں کی سیج تو نہیں ہو سکتا۔ آرام
اور سہولت کے ساتھ بیٹھے بیٹھے قدم چل کر یہ کام نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے
آپ چاہیں کہ جو کچھ فائدے دین باطل کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہوئے
حاصل ہوتے ہیں یہ بھی ہاتھ سے نہ جائیں اور دین حق بھی قائم ہو جائے تو
قطعاً محال ہے۔ یہ کام تو جب بھی ہوگا اسی طرح ہوگا کہ آپ ان تمام
حقوق کو، ان تمام فائدوں کو
اور ان تمام آسائشوں

کو لات مارنے کیلئے تیار ہو جائیں جو دینِ باطل کے ماتحت آپ کو حاصل ہوں اور جو نقصان بھی اس مجاہدہ میں پہنچ سکتا ہے اس کو ہمت کے ساتھ انگیز کریں۔ جن لوگوں میں یہ کھکیڑ اٹھانے کی ہمت ہو، جہاد فی سبیل اللہ انہی کا کام ہے، اور ایسے لوگ ہمیشہ کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو دینِ حق کی پیروی کرنا تو چاہتے ہیں مگر آرام کے ساتھ، تو ان کے لئے بڑھ بڑھ کر بولنا مناسب نہیں۔ ان کا کام تو یہی ہے کہ آرام سے بیٹھے اپنے نفس کی خدمت کرتے رہیں، اور جب خدا کی راہ میں مصیبتیں اٹھانے والے آخرکار اپنی قربانیوں سے دینِ حق کو قائم کر دیں تو وہ آکر کہیں اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ یعنی ہم تو تمہاری ہی جماعت کے آدمی ہیں، لاؤ اب ہمارا حصہ دو۔

(لقبۂ محمود اختر)